پردہ

محمد عباس شاکر
متعلم جامعہ سلفیہ

عورت کا غیر محرم سے چہرے کا پردہ کرنا ایک ایسا شرعی حکم ہے جس پر گذشتہ چودہ صدیوں سے امت مسلمہ کی خواتین عمل پیرا رہی ہیں اس دورانیہ میں خواہ مسلمانوں کو انفرادی یا اجتماعی سطح عروج رہا یا زوال آیا چہرے کے پردہ کی حیثیت پر بہرصورت قائم رہی لیکن کچھ عرصہ سے مغرب زدہ دانشور پردہ کی شرعی حیثیت کو متاثر کرنے کیلئے اس پراپیگنڈہ میں مصروف ہیں۔ کہ پردہ ہماری ترقی میں رکاوٹ ہے۔ پردے کا حکم صرف ازواج مطہرات کے لئے خاص تھا۔ یہ عربوں کی تہذیبی رسم تھی جسے اسلام نے پسند کیا۔ مگر واجب نہ کیا حالانکہ چہرے کا پردہ ایک ایسا شرعی حکم ہے جو تا قیامت امت مسلمہ کی خواتین کیلئے مع استثنائی صورتوں کے وجوبی طور پر قابل تعمیل ہے۔ اسکی دلیل سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیگر نظریات کی تردید پیش کر دی جائے یاد رہے کہ اسلامی احکام کا تعلق صرف عرب معاشرے تک محدود نہ تھا کیونکہ اسلام ایک ابدی دین ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے اتنی وسعت رکھی ہے کہ قیامت تک پیش آنے والے ہر طرح کے مسائل میں رہنمائی فراہم کر سکتے ہیں۔ وسعت کا یہ معنی نہیں کہ اسلام میں قیامت تک پیدا ہونے والی ہر چیز کا نام لیکر اسکے متعلق احکام ذکر کئے گئے ہیں۔ اسلام نے کچھ اصولی احکام پیش کر دیئے ہیں جن کی روشنی میں مسئلہ کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ جو قیامت تک وقوع پذیر ہوتا رہے گا۔ مثلاً لباس کے بارے میں اسلام کے چند اصولی احکام یہ ہیں کہ لباس موسمی تغیرات (گرمی سردی وغیرہ) سے بچانے والا ہو۔

مطلوبہ ستر پوشی زیب و زینت کا فائدہ دینا ہو خواہ یہ ان سلی چادروں کی شکل میں ہو کاج بٹن لگے سوٹ کی شکل میں یہ چوغے کی شکل میں ہو یا شلوار قمیص کی صورت میں۔ اسلام اس وقت تک تعرض نہیں کرتا جب تک لباس اسلام کے ان بنیادی اصولوں اور حدود و قیود سے تعرض نہ کرتا ہو جو لباس کے سلسلہ میں شریعت نے متعین کر دیئے ہیں۔ اسلام کے اصولوں میں سے ایک یہ بھی اصول ہے کہ عورت غیر محرم سے اپنا چہرہ چھپائے خواہ بڑی چادر سے گھونگھٹ نکال کر اس حکم شرعی پر عمل کرے یا برقعہ اور سکارف وغیرہ کے ذریعے منشائے الٰہی کی تکمیل کرے۔

لہٰذا یہ دعویٰ قطعی غلط ہے کہ چہرے کا پردہ عہد صحابہ تک مختص تھا۔ اس دعویٰ کی پشت پر کوئی دلیل بھی نہ ہوگی (بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دلیل موجود ہی نہ ہوگی) اگر ان کی بات کو تسلیم کریں تو پھر ہر شخص کو یہ بہانہ مل جائے گا کہ وہ اسلام کے جس حکم کو چھوڑنا چاہئے گا یہ کہہ کر چھوڑ دے گا کہ یہ تو صحابہ کرامؓ کیلئے مختص تھا۔ تو اللہ کا دین بازیچہ اطفال بن کر رہ جائے گا۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ باندیوں کو تنگ کرنے والے اوباش لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے۔ پھر جب اسلام جزیرہ نما عرب میں مستحکم ہو گیا تو ظاہر ہے کہ ایسے اوباش لوگوں کا وجود ختم ہو گیا ہو گا پھر چاہئے تو یہ تھا کہ آزاد عورتوں کو پردہ نہ کرنے کی رخصت دے دی جاتی مگر معاملہ اسکے برعکس اس طرح تھا کہ آزاد عورتیں خلفائے راشدین کے دور میں بھی پردے کے حکم پر عمل کرتی رہیں اور باندیوں کو مستثنیٰ رکھا جاتا۔ (دیکھئے: حجاب المراۃ لابن تیمیہ ص ۳۶)

جب ہمارے لبرل طبقہ کی آیت سے چہرے کے پردہ کی رخصت نکالنے میں کوئی بن نہیں پڑتی تو وہ فوراً سورۃ نور کی آیت نمبر ۳۱ کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ وہاں بھی تو چہرے کے پردہ کا حکم نہیں بلکہ رخصت موجود ہے۔ اور صرف سینے ڈھانپنے کا ذکر ہے۔ لہٰذا اگر کوئی عورت چہرہ بھی ڈھانپتی تو اس پر چیں بچیں ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ نور کی مکمل آیت ذکر کر دی جائے۔

وقل للمومنت يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها وليضربن بخمرهن على جيوبهن ولا يبدين زينتهن الا لبعولتهن او آبائهن او آباء بعولتهن او ابنآئهن او ابناء بعولتهن او اخوانهن او بنى اخوانهن او بنى اخواتهن او نسآئهن او ما ملكت ايمانهن او

التابعین غیر اولی الاربة من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورٰت النسآء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن۔

اے اللہ کے رسول مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو ظاہر ہو اس سے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رکھیں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں سے یا اپنے باپوں سے یا اپنے خاوند کے باپوں (سسر) سے یا اپنے بھائیوں سے یا بھائیوں سے بیٹوں سے یا بہنوں کے بیٹوں (بھانجوں) سے یا اپنی ہی قسم کی عورتوں سے یا اپنے لونڈی غلاموں سے یا ان سے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھتے ہوں یا ایسے لڑکوں سے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں۔ اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں۔ کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو۔ اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔

لہٰذا دونوں آیتیں محکم ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ محکم ہونے کی وجہ سے ان میں ٹکراؤ بھی نہیں ہو سکتا اس لئے ان میں جمع و تطبیق دی جائے گی اور اس کی صورت یہ ہے کہ احزاب میں تو حجاب کا حکم ہے۔ اور یہاں اس کی بعض رخصتوں کا ذکر ہے۔ ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ فلاں فلاں لوگوں سے چہرے کا پردہ کی ضرورت نہیں اور ان میں محرم رشتہ دار غلام بچے اور عمر رسیدہ افراد شامل ہیں۔

عورت: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان ہی کی طرح عدم حجاب کا موقف رکھنے والے حضرات کی تائید اس حدیث سے ہو سکتی تھی جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے تو اللہ کے رسول نے رخ انور پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو پھر اس کے جسم سے اس کے علاوہ کچھ نظر نہیں آنا چاہئے اور آپ نے چہرے اور ہتھیلی کی طرف اشارہ کیا مگر حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ابوداؤد اور ابو حاتم رازی کے بقول یہ روایت مرسل ہے۔ خالد بن دریک راوی نے یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنی۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رہے کہ خالد بذات خود مجہول راوی ہے۔ اس لئے جب یہ روایت ہی ثابت نہیں تو اس سے چہرے کے پردہ کی نفی کیسے ممکن ہے۔ اس طرح ایک ضعیف روایت پیش کی جاتی ہے کسی بھی عورت کیلئے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے یہ جائز نہیں کہ وہ بعد از بلوغ اپنا چہرہ اور یہاں تک ہاتھوں (اس کے ساتھ ہی رسول اللہ نے نصف کلائی تک اشارہ کیا) سے زیادہ ظاہر کرے۔ یہ روایت طبری میں سیدہ عائشہ سے مروی ہے۔ مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے ابن جریج بیان کرتے ہیں۔ جن کی حضرت عائشہ سے ملاقات ہی ثابت نہیں۔ اس طرح قتادہ سے بھی منقطع سند سے مروی ہے۔ یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ یہی دانشور جو اپنا اُلو سیدھا کرنے کیلئے ناقابل ثبوت روایات بھی پیش کرنے لگتے ہیں۔ اپنے موقف کے منافی درست سے درست تر روایات کو بھی یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ یہ لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں ان لبرل حضرات کو اپنی عقل پر بڑا ناز ہے۔ دیگر مسائل سے قطع نظر فی الحال مذکورہ مسئلہ ہی کی روشنی میں ان کی عقل کا بھی ذرا جائزہ لیتے چلتے ہیں۔ ان افراد کا کہنا ہے کہ عورتیں غیر محرموں سے اپنا سینہ چھپا لیں، چہرے کی بجائے اتنا ہی کافی ہے۔ قرآن وسنت کے دیگر دلائل سے قطع نظر عقلی لحاظ سے بھی اس کا بودا پن ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اگر آپ شادی سے قبل اپنی ہونے والی بیوی کی شکل وصورت دیکھنا چاہتے ہوں مگر آپ کو اس کا چہرہ نہ دکھایا جائے اور اس کی جگہ ہاتھ پاؤں وغیرہ دکھلا دیئے جائیں تو کیا آپ مطمئن ہو جائیں گے؟ عقل مند کا جواب تو نفی ہی میں ہوگا۔ اور کیونکہ چہرہ ہی تو تمام بدن سے زیادہ پرکشش ہوتا ہے۔ جس کی مزید تائید اس سے بھی ہو جاتی ہے۔ کہ مندرجہ صورت ہی کے برعکس اگر آپ کو اس عورت کا صرف چہرہ دکھا دیا جائے تو آپ کیلئے قطعی فیصلہ کرنا بالکل آسان ہو جائے گویا اصل چیز تو چہرہ ہے۔ اور اگر اسے ہی حجاب سے خارج کر دیا جائے تو پھر حجاب کا اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اس طرح متجددین کو ہر مسئلہ میں حکمت، علت، ضرورت وجہ وغیرہ نکالنے کی بڑی عادت ہوتی ہے۔ اس پس منظر میں اگر غور کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو سینہ ڈھانپنے کا حکم کیوں دیا ہے۔ تو اس کا جواب یا علت کا حکمت یا ضرورت یا توجیہہ ہی مناسب ہو سکتی ہے۔ کہ اس سے غیروں کے نفسانی خیالات نہ بھڑکیں کہ جو برائی پر منتج ہو سکتے ہیں۔ اگر فی الواقع اس کی یہی حکمت وعلت ہے تو اسے چہرے کے پردہ میں بالاولیٰ موجود ہونا چاہئے کیونکہ چہرہ تو سارے جسم سے زیادہ پرکشش ہوتا ہے۔ اور اسے دیکھ کر بھی اگر زیادہ نہیں تو کم از کم سینے کی طرح شہوانی جذبات بھڑک ہی اٹھتے ہیں۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ سینہ ڈھانپنا تو فرض ہو مگر چہرہ چھپانا فرض نہ ہو؟ مغربیت زدہ حضرات کو اس بات کا بھی بڑا احساس ہوتا ہے کہ کسی بھی چیز اور کسی بھی تعبیر کو

قطع نظر اس سے کہ وہ جائز ہے یا ناجائز اچھی ہے۔ یا بری فوری طور پر ضرورت مصلحت، مجبوری اور وقت کا تقاضا سمجھتے ہوئے اپنا لیا جائے اسی پس منظر میں اگر یہ دانشور، اس بات کا بھی احساس کرلیں کہ اگر بالفرض چہرے کا پردہ ضروری نہیں صرف جائز ہی ہے تو فحاشی و بے حیائی کے اس پرفتن ماحول میں تو کم از کم بطور مصلحت اسے ضروری قرار دینا چاہئے۔ ہم یہ گزارش کرنا چاہیں گے کہ اگر بالفرض چہرے کے پردہ میں رخصت واباحت بھی ہوتی تو دور حاضر کی پرفتن فضاء میں اسے عزیمت وفرضیت کا درجہ بھی مندرجہ اصول کی روشنی میں دیا جاسکتا ہے۔ اور جب اسی اصول پر آنا ہے۔ تو پھر پہلے ہی یہ تسلیم کیوں نہ کرلیا جائے کہ قرآن کریم میں چہرے کے پردہ کا وجوبی حکم موجود ہے۔ اور ہمارا تو یہ یقین ہے۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص (کافر) کے مرنے سے پہلے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا بچہ میرا ہے۔ اس لئے تم اسے اپنے قبضہ میں لے لینا۔ پھر جب مکہ فتح ہوا تو سیدنا سعد نے اس لڑکے کو اپنے قبضہ میں کرلیا اور کہا کہ یہ میرے بھائی عتبہ کا بیٹا ہے۔ اور انہوں نے اس کے متعلق مجھے وصیت کی تھی جبکہ زمعہ کا بیٹا کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ میرے باپ کی باندی کا لڑکا ہے۔ اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ بالآخر دونوں مقدمہ لے کر رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے سیدنا سعد نے کہا: اللہ کے رسول یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور انہوں نے مجھے اس کے بارے میں وصیت کی تھی پھر عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ اللہ کے رسول نے دونوں کا بیان سننے کے بعد فرمایا اے عبد بن زمعہ یہ لڑکا تمہارے پاس رہے گا پھر آپ نے فرمایا بچہ اس کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کیلئے حد رجم ہے۔ پھر آپ نے سیدہ سودہؓ (جو زمعہ کی بیٹی ہونیکی وجہ سے اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں اور رسول کی بیوی تھیں) سے فرمایا کہ احتجبی منه یا سودہ اے سودہ اس لڑکے سے پردہ (حجاب) کرنا۔ کیونکہ آپ اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت محسوس کرتے تھے پھر سیدہ سودہ کے پردہ کرنے کی وجہ سے اس لڑکے نے مرتے دم تک انہیں نہ دیکھا۔ حضرت سودہ ازواج مطہرات میں شامل تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے امت کی مائیں قرار دیتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد کسی اور کے نکاح کرنے سے منع فرمادیا۔ اس لحاظ سے سیدہ سودہ اس لڑکے کی قانونی بہن بن چکی تھیں۔ گویا اس لحاظ سے وہ لڑکا سیدہ سودہ کا محرم بنتا ہے۔ البتہ اس میں زمعہ کی بجائے عتبہ کی مشابہت پائی جاتی تھی جس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے انہیں بہن بنانے کے باوجود اس لڑکے (بھائی) سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ (اس لئے یہ مسئلہ بیک وقت دو پہلو رکھتا ہے) پھر سیدہ سودہؓ نے اس پر عمل کرتے ہوئے زندگی بھر اس لڑکے سے چہرے کا پردہ کئے رکھا۔ علاوہ ازیں یہ ایسی حدیث ہے جس میں حجاب کا واضح طور پر حکم دیا گیا کہ احتجبی منه اور حکم ہمیشہ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ تاوقتیکہ وجوب سے بدلنے کیلئے کوئی قرینہ ہو۔ پھر یہ حکم اسی طرح کسی بھی عورت کو غیر محرم سے چہرے کا پردہ کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو سیدہ سودہؓ کے ساتھ خاص قرار دے کر رد بھی نہیں کیا جاسکتا

واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ: ایک آئیڈیل گھرانہ

رسول ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ بدر میں مسلمانوں کی قید میں آجاتے ہیں۔ حضرت ابوالعاص کی آزادی کیلئے ان کی بیوی حضرت زینت بنت رسول اللہ ﷺ نے وہ ہار بھیجا جو رسول اللہ ﷺ کی پیاری بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو دیا تھا۔ اس ہار کو دیکھ کر خود رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے۔ یہ عورتیں تو اپنی متاع عزیز بھی خاوند پر قربان کردیتی ہیں۔

یہ عورتیں مجسمہ حب و وفا اور پیکر اخلاص ہیں، خاوند تو ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت کو اپنی زوجیت میں لانے کا خواہش مند رہتا ہے لیکن یہ معصوم عورت خاوند کی محبت میں شراکت بھی گوارہ نہیں کرتی۔

اس کی غلطی ہو یا نہ ہو یہ اپنے خاوند کی جھڑکیاں گالیاں اور مار بھی برداشت کرلیتی ہے۔ جب کہ خاوند سے ایسی کوئی توقع نہیں کی جاسکتی ہے۔ یہ عورتیں گھر سنوارتی ہیں اولاد کی تربیت کرتی ہیں، کیا یہ ایسی خوبیاں نہیں ہیں کہ ان اوصاف کی مالک ہستیوں سے دل و جان سے بڑھ کر محبت کی جائے؟ ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں سے درگزر کیا جائے؟

اگر یہ ساری خوبیاں کسی عورت میں نہیں ہیں تو اے انسان یہ عورت تیرے بچوں کی ماں تو ضرور ہے اپنے بچوں کی ماں کے تقدس کو ملحوظ رکھ۔ اسے بے وقار نہ ہونے دے۔

اور اے انسان اگر وہ تیرے بچوں کی ماں بھی نہیں تو تیری عزت و ناموس تو ضرور ہے، اپنی عزت و ناموس کو ذلت سے بچا اگر تو اپنی عزت و ناموس کی خود قدر نہیں کرے گا تو کسی سے قدر کی امید نہ رکھ۔